اے عشق ترے ہیں کھیل عجب

دُرِّ ثمن بلال

وہ کمالِ ہنر یوں بھی کرتا گیا
زخم دیتا گیا زخم بھرتا گیا
دُور اُس کی نگاہوں سے منزل ہوئی
جادۂ عشق میں جو بھی ڈرتا گیا
رات پھولوں پہ شبنم برستی رہی
رنگ پھولوں کے رخ کا نکھرتا گیا

عشق، محبت، چاہت، پیار، ایک جذبے کے کتنے اظہار... یہ جذبہ ہر کسی کے دل میں پنپ سکتا ہے بشرطیکہ دل کا ظرف وسیع اور خلوص کے موتیوں سے مرصّع ہو، زیرِ نظر کہانی اسی جذبے کے اتار چڑھاؤ کو بے حد متاثر کُن انداز میں قاری کو ایک نئی سوچ سے روشناس کراتے ہوئے بڑھتی ہے۔

عشق کے آفاقی جذبے کو ایک نئے انداز میں بیان کرتی دلکش تحریر

قسط 9

پنو اور حویلی کی خاص ملازمہ تمام مکینوں کو چائے سرو کر رہی تھیں۔

''کتنا سکون ہے یہاں......'' زارون نے رائے دی۔

''ایسا لگتا ہے جیسے وقت ہمیں کئی سال پیچھے لے گیا ہو......'' عنایہ نے پنو کے ہاتھ سے چائے کا مگ لیا۔

''مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کسی فینٹسی ورلڈ میں آ گئی ہوں۔'' مناب نے چائے کے سپ لیتے ہوئے اظہار کیا۔

''اور میں نے تو سوچ لیا ہے میں شادی کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ یہاں ہی شفٹ ہو جاؤں گا...... کیوں دادو ٹھیک سوچا ناں میں نے؟'' اقصم نے مسکراتے ہوئے نور بیگم کی گود میں سر رکھا اور آڑھا ترچھا لیٹ گیا۔

''تم تو سب سے چالاک ہو۔'' نور بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر چپت لگائی۔

''آج تو دادو بھی بہت خوش نظر آ رہی ہیں......'' ایشال نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا۔

''ہاں تو کیوں نہ خوش ہوں میں؟ زندگی کے پچاس سال میں نے اس حویلی میں گزارے ہیں، تیرہ سال کی عمر میں بیاہ کر اس حویلی میں آئی تھی۔ مجھے اس حویلی کی ایک، ایک اینٹ سے پیار ہے۔'' نور بیگم کے لہجے میں عقیدت تھی، بے پناہ لگاؤ تھا۔ وہ دھیرے، دھیرے شفقت سے اقصم کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

''ساجدہ آپا...... بچپن کے جو معصوم اور یادگار دن ہم تینوں بہن، بھائیوں نے اس حویلی میں کھیل کود کر گزارے...... وہ دن بھی کتنے حسین اور یادگار دن تھے...... سچ ہی کہتے ہیں گیا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا اور خاص طور پر بچپن کے دن۔'' داؤد چوہدری چائے پیتی بہن سے آبدیدہ لہجے میں مخاطب ہوئے...... آج حویلی میں برسوں بعد لگنے والی رونق میں انہیں اپنے مرحوم بھائی اور بھاوج کی شدت سے یاد آ رہی تھی۔

نور بیگم کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے اور ساجدہ بیگم کے چہرے پر بھی اداسی عود آئی تھی۔ زارون نے ٹاپک چینج کرتے ہوئے یک لخت ڈاکٹر عمر کو چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

''عمر بھائی آپ کی خاموشی بتا رہی ہے کہ یہاں آ کر بھی آپ کو اپنے مریضوں کی بہت یاد آ رہی ہے۔'' ڈاکٹر عمر، زارون کے سوال پر دھیرے سے مسکرائے۔

''یار اب میں اتنا بھی آدم بیزار شخص نہیں ہوں...... بس اصول پسند ہوں، اپنے پیشے سے بہت محبت کرتا ہوں، تھوڑا سنجیدہ ہوں، پنکچوئل ہوں اور تم لوگوں نے تو خواہ مخواہ مجھے بدنام کرتے ہوئے ہٹلر کا خطاب دے رکھا ہے۔'' عمر کی وضاحت پر سبھی مسکرا دیے تھے۔ سوائے ایشال چوہدری کے...... اسے ایسا فیل ہوا جیسے وہ ایشال کو سنا رہے تھے۔

پُرتکلف چائے پینے کے بعد سب اپنے، اپنے کمروں میں ریسٹ کرنے کی غرض سے چلے گئے۔ نور بیگم سے پرانے ملازمین ملنے آ رہے تھے۔ وہ بہت عرصے کے بعد حویلی آئی تھیں۔ اس عمر اور بڑھاپے میں ان سے سفر بھی نہیں ہوتا تھا سو چار پانچ سال کے بعد وہ گاؤں اپنی آبائی حویلی آئی تھیں اور خود کو تر و تازہ محسوس کر رہی تھیں۔

رات کو حویلی کے وسیع و عریض لان میں اسلم نے باربی کیو کا اہتمام کر رکھا تھا...... موسم خاصا بدل گیا تھا، فضا میں اچھی خاصی خنکی تھی۔ حویلی کے ملازم غلام عباس نے لان میں لکڑیوں کو اکٹھا کر کے آگ جلا دی تھی...... قریب ہی اسلم (بٹلر) باربی کیو بنا رہا تھا۔

سب نے لان میں ڈیرا جما رکھا تھا اور سب خوش گپیوں میں مصروف تھے...... پورے چاند کی رات اور خوب صورت ماحول میں باربی کیو کی مہک...... ان سب چیزوں نے انہیں ایک عجیب سے سحر میں مبتلا کر دیا تھا۔

''اقصم بھئی اس رومینٹک ماحول میں تمہاری سنگنگ پرفارمنس تو لازمی بنتی ہے یار......'' زارون نے ہاتھ

سینکتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے اقصم سے فرمائش کی جومناب کی پلیٹ سے چکن بوٹی اٹھا، اٹھا کر کھا رہا تھا۔

''او کے برو......'' اقصم ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''ہاں بھئی کچھ اچھا سا سناؤ تا کہ اس محفل کا مزہ دوبالا ہو جائے......'' عنایہ باربی کیو کی پلیٹ لیے زارون کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی...... بیٹو اور حویلی کا خاص ملازم غلام عباس سب افراد کو سرو کر رہے تھے۔ اقصم اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اقصم اپنے روم سے گٹار لے کر لان میں آیا اور مناب کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ سے سیخ کباب کا ٹکڑا اٹھا کر کھاتے ہوئے اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔

''چھوٹو......! توبہ ہے تم پاکستان آ کر کتنا کھانے لگے ہو؟'' مناب نے اسے گھورا...... جواباً وہ مسکراتا ہوا اس کے سامنے جگہ بنا کر گٹار لیے بیٹھ گیا۔

''اور ابھی یہ موصوف کہتے ہیں کہ میں زیادہ کھاتی ہوں۔'' ایشال کا انداز جتانے والا تھا۔

''ہاں تو سچ کہتا ہوں میں۔'' اقصم نے دھیرے سے گٹار کے تاروں کو چھیڑا۔

''پلیز، پلیز...... اب تم دونوں اپنی لڑائیاں نہ شروع کر دینا......'' عنایہ نے مسکراتے ہوئے مداخلت کی تو اقصم مسکرا دیا۔

''جو سونگ میں سنانے والا ہوں وہ شاید اس صدی کا سب سے رومینٹک سونگ ہے...... ان سب کے نام جنہیں اپنی محبت سے بہت محبت ہے......'' اقصم نے گٹار بجاتے ہوئے گانا شروع کیا۔

اقصم بڑے جذب سے گٹار بجاتے ہوئے گا رہا تھا اور سب اس کی سنگنگ کو انجوائے کر رہے تھے...... اقصم نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے بیٹھی اس انجان لڑکی کو دیکھا...... جس نے جینز پر کرتہ پہن رکھا تھا اور اپنے گرد گرم شال لپیٹ رکھی تھی...... اس کے سیاہ سلکی بال ایک طرف شولڈر پر بکھرے ہوئے تھے...... اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ، اس کی آنکھوں میں ولی کا عکس تھا اسی کی یاد تھی اسی کی محبت تھی...... اقصم کے اندر اِک ہوک سی اٹھی تھی اور اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

ایشال کی نظریں بے ساختہ بھٹک کر ڈاکٹر عمر کی طرف اٹھیں۔ بلیک شلوار قمیص پر ویسٹ کوٹ پہنے وہ خاصے ڈیسنٹ لگ رہے تھے۔ ایشال بے اختیار انہیں دیکھے گئی۔ نہ جانے وہ کن سوچوں میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی ہوئی تھیں۔

اچانک انہیں خود پر کسی کی نظروں کی تپش کا احساس ہوا تھا انہوں نے نظروں کا زاویہ بدلا تو ایشال کو اپنی طرف بغور دیکھتے ہوئے پایا...... ڈاکٹر عمر کے چوری پکڑتے ہی ایشال نے گڑبڑا کر نظریں جھکا لی تھیں۔

حویلی کے لان میں سُروں سے سجی وہ رات سب کے دلوں پہ انمٹ نقوش چھوڑ چکی تھی۔

☆☆☆

خنکی بہت بڑھ گئی تھی، ڈاکٹر عمر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ٹریک سوٹ میں ملبوس جوگرز پہن کر حویلی سے باہر آ گئے تھے...... تھوڑی دیر واک کر کے خود کو وارم اپ کرنے کے بعد وہ جوگنگ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اور حویلی کے بڑے سے آہنی گیٹ سے نکلتے ہی دو میل تک کارپٹڈ روڈ بچھایا گیا تھا جو سیدھا گاؤں کی مین سڑک سے جا ملتا تھا۔ اس کارپٹڈ روڈ کے دونوں اطراف خوب صورت پودے لگائے گئے تھے۔ دن کا اجالا رات کی تاریکی کو چیرتا ہوا اِک نئی صبح کو راستہ دے رہا تھا۔ ڈاکٹر عمر کو یہ خاموشی، یہ سکون بہت بھلا لگا اور وہ سڑک پر دوڑتے ہوئے حویلی کو پیچھے چھوڑتے جا رہے تھے۔ شاید یہ گاؤں کی خوب صورت صبح کا اثر تھا کہ ایشال کی آنکھ بھی جلدی کھل گئی تھی۔ ایشال جب فریش ہو کر لونگ روم میں آئی تو اقصم وہاں بیٹھا کافی پی رہا تھا۔

"ہائے، گڈ مارننگ!" ایشال اس کے پاس صوفے پر ہی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے جینز اور ہائی نیک اور اس پر لانگ اپر پہن رکھا تھا۔

"ویری گڈ مارننگ!" کافی پیتا ہوا اقصم مسکرایا۔

"یہاں کی صبح کتنی خوب صورت اور رومینٹک ہے۔" اقصم نے تبصرہ کیا۔ ملازم نے لونگ روم کے پردے ہٹا دیے تھے۔ اقصم گلاس ونڈو سے سورج کی نمودار ہوتی کرنوں کو اور پھل دار پودوں پر اڑتی بیٹھتی چڑیوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں ایک عجیب سا سکون ہے یہاں...... تازگی ہے، ایک قسم کا زندگی میں ٹھہراؤ ہے یہاں۔" ایشال نے بھی دھیرے سے جواب دیا۔

"بھئی میں تو اس خوب صورت صبح کو انجوائے کرنے باہر جا رہا ہوں۔" اقصم کافی کا خالی مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"رکو اقصم، میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" ایشال بھی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اپنے جوگرز پہن کر آئی تو اقصم لان میں ٹہل رہا تھا۔ پھر وہ دونوں چلتے، چلتے حویلی کے گیٹ سے باہر نکل گئے اور سڑک پر سیدھا چلنے لگے۔ پرندوں نے درختوں پہ شور مچا رکھا تھا...... ہلکی، ہلکی دھند میں نمودار ہوتیں سورج کی کرنیں بہت بھلی لگ رہی تھیں...... گاؤں سے آتی چکی کی آواز کانوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔

"اقصم نو ڈاؤٹ تم نے سنگنگ میں بہت امپروو کیا ہے۔" ایشال نے اس کے ساتھ چلتے، چلتے اپنی رائے دی۔

"تھینکس...... میں انگلینڈ میں بھی سنگنگ کلاسز لیتا رہا ہوں......" اقصم مسکرایا۔

"تمہاری آواز دل کو چھو لیتی ہے...... تمہاری آواز میں ایک عجیب سا درد محسوس ہوتا ہے۔ تم بہت اچھا گانا گانے لگے ہو اقصم۔" ایشال کی تعریف پہ وہ بولا کچھ نہیں بس اس کے ساتھ، ساتھ چلتا رہا۔

"تم کسی سے محبت کرتے ہو؟" ایشال کے اچانک سوال پر اقصم نے بے پناہ حیرت سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"آئی تھنک میں بھی اسی گھر میں ہی رہتی ہوں جہاں تم رہتے ہو۔" ایشال نے مسکراتے ہوئے جتایا۔ وہ جس محبت کو اپنے دل میں چھپائے بیٹھا تھا اب وہ دوسروں پر بھی عیاں ہونے لگی تھی۔

"ہاں تم نے ٹھیک سنا۔" وہ سنجیدگی سے جواب دے کر تیز، تیز چلنے لگا۔

"بائے داوے کون ہے وہ؟ جس کے تم سے نصیب پھوٹنے والے ہیں؟" ایشال تقریباً دوڑ کر اس کے قریب آئی...... اور اسے چھیڑنے کی غرض سے بولی۔

"بکواس نہیں کرو ڈفر ڈاکٹر...... میں نے دل و جان سے اسے چاہا ہے۔"

"ارے واہ...... چپکے، چپکے محبت بھی کر لی اور بتایا تک نہیں......"

"ایشو تم بہت اسٹوپڈ ہو...... محبت بتا کر نہیں کی جاتی...... کچھ چیزیں بتا کر نہیں کی جاتیں۔ وہ بس ہو جاتی ہیں، محبت بھی انھی میں سے ایک ہے۔"

"اچھا اس کی تصویر ہی دکھا دو۔" ایشال نے فرمائش کی۔

"ایویں دکھا دوں۔" اقصم کے انکار پر وہ دوڑ کر اس کے راستے میں آگے کر کھڑی ہو گئی۔

''تو کیا تم مجھے اس کی تصویر نہیں دکھاؤ گے؟''

''یار دکھادوں گا اتنی جلدی بھی کیا ہے؟'' اقصم نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

''قسم سے تم بہت گھنے اور میسنے ہو......اور بہت (گالی) بھی......تمہاری جگہ اگر میں ہوتی اور مجھے کوئی لڑکا پسند ہوتا تو میں سب سے پہلے تمہیں آ کر بتاتی۔''

''تم میری اضافی خوبیاں مجھے مت بتایا کرو، میں جانتا ہوں کہ میں بہت جینئس ہوں اور دکھادوں گا یار تصویر بھی اتنی جلدی بھی کیا ہے......تم واک کرو میں ذرا اصطبل کی طرف جا رہا ہوں......بہت عرصے سے ہارس رائڈنگ نہیں کی۔'' اقصم اسے ٹالتے ہوئے سڑک کے ساتھ چھوٹے سے ذیلی راستے کی طرف بڑھ گیا اور ایشال کندھے اچکا کر آگے بڑھ گئی......معاً اسے سامنے سے ٹریک سوٹ میں ملبوس ڈاکٹر عمر آتے دکھائی دیے۔

دونوں کے درمیان فاصلہ اور بھی کم ہوا تو ڈاکٹر عمر ایک لمحے کے لیے رک گئے......دفعتاً اچانک درختوں کے جھنڈ سے ایک خونخوار کتا نکل کر غراتے ہوئے ایشال کی طرف آیا، اس ناگہانی افتاد پہ نہایت خوفزدہ ہو کر چیختے ہوئے ایشال نے آؤ دیکھا نہ تاؤ......دوڑ کر ڈاکٹر عمر سے لپٹ گئی۔

"please help me I need you" وہ اتنی خوفزدہ تھی کہ ڈاکٹر عمر کو اس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا، اس نے اپنا سر اُن کے سینے سے ٹکا رکھا تھا اور خوف سے آنکھیں میچ رکھی تھیں۔ اتنے میں اس پالتو کتے کے پیچھے اصطبل کا ملازم بھاگتے ہوئے آ گیا......وہ اعلیٰ نسل کا خونخوار کتا اصطبل کی رکھوالی کے لیے ہی رکھا گیا تھا۔ ملازم نے کتے کو کچھ کہا تو وہیں رک کر دم ہلانے لگا تھا۔ ڈاکٹر عمر نے دھیرے سے اس کے کندھے کو تھپکی دی۔

"don,t worry Eshal you are safe" ڈاکٹر عمر کی تسلی نے اس کا خوف تو کم کر دیا تھا مگر اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ڈاکٹر عمر نے اس کے بیچ پر ہلکی سی تھپکی دے کر اسے خود سے دور کیا۔

ایشال کو اپنی بے ساختگی پر عجیب سی embarrassment ہوئی اور وہ سر جھکائے ان کے ساتھ قدرے فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر عمر کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''وسس......سوری......پریشانی میں......میں نے آپ کو بھی۔'' ڈاکٹر عمر نے اسے تسلی دی۔

''اٹس اوکے......سب ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر عمر نے اسے تسلی دی۔ اصطبل کا ملازم ان سے معذرت کرنے کے بعد کتے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ایشال نے ایک طویل سانس لی۔ ڈاکٹر عمر نے اس سے واپس چلنے کے بارے میں کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر ان کے ساتھ، ساتھ چلنے لگی۔

اقصم جب واپس حویلی آیا تو مناب لان میں ایک اسٹول پر چڑھی......درخت سے امرود توڑ رہی تھی۔ وہ اسٹول پر احتیاط سے کھڑی تھی اس کے ایک ہاتھ میں باسکٹ تھی......اور دوسرے ہاتھ سے وہ امرود توڑ رہی تھی۔

''یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' اقصم قریب آ کر ہنستے ہوئے بولا۔ ''کیا پہلے کبھی امرود نہیں کھائے آپ نے جو یوں اسٹول پر چڑھ کر امرود توڑنے کی نوبت آ گئی؟''

''چھوٹو ایسی بات نہیں ہے......بس انہیں اپنے ہاتھوں سے توڑنا مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ایک عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔''

''اچھا، میں تو سمجھتا تھا ولی بھائی کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز آپ کو خوشی نہیں دے سکتی۔ آپ ایسی چیزوں سے بھی خوش ہوتی ہیں؟ حیرت ہے۔'' اقصم کا انداز جلا کٹا تھا۔ مناب نے اپنے قریب نیچے کھڑے اقصم کو دیکھا۔

''واٹ ربش چھوٹو......مجھے نیچر سے عشق ہے......ایسی چیزیں مجھے بہت خوشی دیتی ہیں......ولی کے لیے

میرے دل میں جو محبت ہے وہ بہت الگ ہے...... اس محبت کا میں ان خوشیوں سے موازنہ نہیں کر سکتی...... اپنی وے پہ باسکٹ پکڑو، میں نیچے آتی ہوں۔'' مناب نے باسکٹ نیچے کھڑے اقصم کی جانب بڑھائی، اقصم نے باسکٹ پکڑ کر نیچے گھاس پر رکھ دی۔

''چھوٹو میرا ہاتھ پکڑو مجھے نیچے آنا ہے۔'' مناب نے اپنا ہاتھ اقصم کی جانب بڑھایا۔ اقصم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ مناب نے اپنا ایک ہاتھ اس کے کندے پر رکھا اور احتیاط سے اسٹول سے نیچے اتر آئی...... Burberry weekend perfume کی مخصوص مہک نے جیسے اس کی محبت کا مذاق اڑایا تھا اور اسے بے بس دیکھ کر جیسے وہ مسکرا رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے مناب اپنا ہاتھ چھڑا کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''ہائے داوے تم کہاں تھے؟''

''اصطبل گیا تھا۔'' مختصر جواب...... تھوڑی دیر پہلے جو اس کے دل کی حالت ہوئی تھی اس نے اقصم سے الفاظ چھین لیے تھے...... کاش وہ اس کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے تھام سکتا۔

''لو آج ہم تم سے نکاحِ عشق کرتے ہیں
ہمیں تم سے محبت ہے، محبت ہے، محبت ہے......''

اس کے دل نے چیخ، چیخ کر اعلان کر دیا تھا۔

سب کے جاگنے کے بعد ناشتے پر بھرپور اہتمام کیا گیا تھا۔ شہری ناشتے کے ساتھ ساگ، مکئی کی روٹی، مکھن، اور میٹھی لسی جیسی سوغاتوں نے حویلی میں ناشتے کی شان بڑھا دی تھی۔

داؤد چوہدری ناشتے کے بعد...... حویلی کے عقب میں بنے ددا ہرے کی طرف چلے گئے تھے۔ یہاں لوگوں کے جو بھی مسائل ہوتے...... وہ داؤد چوہدری آکر نمٹایا کرتے تھے۔ داؤد چوہدری پانچ، چھ مہینے کے بعد باقاعدگی سے گاؤں آیا کرتے تھے۔ زارون اور عنایہ کہیں لانگ ڈرائیو پر نکل گئے تھے...... ڈاکٹر عمر ناشتے کے بعد نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ایشال، مناب اور اقصم حویلی سے باہر کھیتوں کی طرف نکل گئے۔

اقصم نے گلے میں کیمرا لٹکا رکھا تھا...... اور وہ گاہے بہ گاہے مختلف مناظر کو اپنے کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کر رہا تھا۔

''ویسے یہ زارون اور عنایہ بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو اور بھی زیادہ انجوائے کرتے ہم۔'' مناب نے انہیں مس کرتے ہوئے کہا۔

''ان لو برڈز کا بھی کوئی حال نہیں ہے، ایک دوسرے سے محبت کرنے کے علاوہ دنیا کی کسی اور چیز میں دلچسپی نہیں ہے۔'' ایشال نے تبصرہ کیا۔

''کس کی برائیاں ہو رہی ہیں۔'' اقصم چلتے، چلتے ان دونوں کے قریب آیا۔

''کسی کی برائی نہیں ہو رہی...... میں مناب کو بتا رہی تھی کہ اقصم بہت میسنا ہو گیا ہے...... اپنے سیکرٹ ہم سے چھپانے لگا ہے۔''

''ہاں تو اچھی بات ہے ناں اپنے سیکرٹ ہر ایرے غیرے کے ساتھ شیئر بھی نہیں کرنے چاہئیں۔'' اقصم نے مناب کو آنکھ مارتے ہوئے ایشال کو بتایا۔

''اچھا تو اب ہم ایرے غیرے ہو گئے ہیں؟ اقصم قسم سے تم پورے کے پورے خبیث ہو۔'' ایشال نے خفگی سے اقصم کے بازو پر مکا مارا۔

''ویسے میں اپنی خوبیوں سے واقف ہوں...... اس اطلاع کے لیے تمہیں قسم کھانے کی ضرورت نہیں تھی۔''

اقصم کی ڈھٹائی پہ مناب کے ساتھ ایشال بھی مسکرادی۔

''تم دونوں ہی اسٹوپڈ ہو...... جو ہر وقت بس لڑتے رہتے ہو۔'' مناب کی رائے پہ اقصم ان کے ساتھ چلتے، چلتے رک گیا۔

''لو جی تسی تے گل ہی مکا دتی اے۔'' اقصم کے پنجابی بولنے پر ایشال نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''تم نے پنجابی بولنا کب سیکھی؟''

''آکسفورڈ میں میرا اور جنید کا ایک بہت اچھا سکھ دوست تھا ارجیت گریوال وہ اکثر ہم سے پنجابی میں بات کرتا تھا..... سو ہمیں بھی تھوڑی بہت سیکھنی پڑی۔'' اقصم نے تفصیل بتائی تو مناب مسکرائی۔

''گڈ ویسے اقصم تمہیں اب پنو سے بات چیت کرنے میں کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔'' ایشال کے یوں تمسخر اڑانے پر اقصم نے اس کی پونی کھینچی۔

''یار یہ عمر بھائی کہاں غائب ہیں؟ ناشتے کے بعد نظر ہی نہیں آئے؟'' ایشال نے مناب سے پوچھا۔

''یہاں آکر بھی عمر بھائی نے گوشہ نشین ہونا تھا تو یہاں آنے کا کیا فائدہ......؟ عمر بھائی نے کبھی کسی ایونٹ کو ہمارے ساتھ مل کر انجوائے نہیں کیا۔ تمہارا، رہ کر عنقریب انہیں انسانوں میں رہنے کی عادت بالکل نہیں رہے گی......'' اقصم کے تبصرے پہ مناب نے اسے گھورا۔

''چھوٹو دس از ناٹ فیئر...... تم لوگ میرے بھیا کے بارے میں ایسے نہیں کہہ سکتے۔'' اقصم اس کی مصنوعی خفگی پہ مسکرایا۔

''تو بھیا کو بھی سمجھائیں ناں، وہ ہمارے ساتھ فیئر نہیں کر رہے۔''

''میں ان کو کال کرتی ہوں۔'' مناب نے اپنے لانگ اپر کی پاکٹ سے اپنا موبائل نکالا۔

''ان کا نمبر بھی بند ہے......'' اقصم نے اطلاع دی۔

''پھر تو انہیں واقعی ہمیں بتانا چاہیے تھا کہ وہ جا کہاں رہے ہیں؟'' مناب کے لہجے میں پریشانی تھی۔ ''یقیناً وہ کہیں سوشل ورک میں بزی ہوں گے۔'' وہ تینوں چلتے، چلتے کھیت عبور کر کے ایک گلی میں داخل ہو چکے تھے...... مناب نے قیاس ظاہر کیا۔

ڈاکٹر عمر کے ذکر پہ ایشال کو صبح والا قصہ یاد آ گیا تھا اور وہ خفیف سی ہو گئی تھی۔ اقصم گاؤں کی گلیوں اور کلچر کو تصویروں میں مقید کر رہا تھا۔

اگلی گلی میں داخل ہوتے ہی گاؤں کی سب سے مشہور راجو کریانے والی دکان اور اس کے ساتھ ایک خالی دکان پر لوگوں اور بچوں کا رش دیکھ کر وہ تینوں حیران ہوتے ہوئے آگے بڑھے تو ڈاکٹر عمر کو وہاں کے غریب بچوں کا چیک اپ کرتے ہوئے پایا۔ ڈاکٹر عمر اپنے ساتھ بہت سی میڈیسن وغیرہ لائے تھے...... وہ تینوں لوگوں کے ہجوم سے گزر کر اس خالی دکان کے اندر آ گئے۔

"So you are busy here in social work" اقصم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں اسے سوشل ورک نہیں بلکہ اپنی ڈیوٹی سمجھتا ہوں۔'' ڈاکٹر عمر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ ایک معمولی سی چیئر پہ بیٹھے مریض بچوں کو چیک کر رہے تھے۔

''سوری عمر بھائی ہمارا چونکہ میڈیکل کی فیلڈ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے سو آئی تھنک میں اور مناب تو آپ کی کسی بھی قسم کی ہیلپ نہیں کروا سکتے...... البتہ آپ ایشال کی خدمات ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔'' اقصم نے اپنے ساتھ کھڑی ایشال کو مخاطب کیا۔

''کیوں ایشال ٹھیک ہے ناں؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' ایشال خوش دلی سے آگے بڑھ آئی۔ ڈاکٹر عمر نے ایشال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"I never force anyone for anything"

"It will be a pleasure helping you" ایشال نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے دھیرے سے جواب دیا۔

''اچھا ہم چلتے ہیں آپ تو بزی ہیں۔'' اقصم نے ڈاکٹر عمر سے اجازت لی۔

''اوکے بھیا بیسٹ آف لک۔'' مناب نے بھی مسکراتے ہوئے ان سے اجازت لی۔ اقصم اور مناب ڈاکٹر عمر سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آئے...... اور واپس حویلی کے لیے کھیتوں سے گزرنے لگے...... ہری بھری فصلوں میں کہیں، کہیں سرسوں کے پودے اور ان پر پیلے رنگ کے پھول آنکھوں کو بہت بھلے لگ رہے تھے۔ جس نے ماحول میں ایک سحر سا پیدا کر رکھا تھا...... مناب نے جینز کے ساتھ ہائی نیک جرسی اور اس پر لانگ اپر پہن رکھا تھا اس کے کھلے سیاہ سلکی بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے...... گردن میں اس نے مفلر لپیٹ رکھا تھا۔

اقصم نے بے ساختہ گلے میں لٹکایا کیمرا پکڑ کر مناب کی ایک ہی منٹ میں کئی اینگل سے تصویریں بنالی تھیں۔

''چھوٹو اب بس کرو...... تمہیں پتا ہے مجھے تصویریں بنوانے کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔'' مناب کے لہجے میں بیزاریت تھی۔

"I know you are old fashioned girl" اقصم نے مسکراتے ہوئے بے ساختہ اس پر تبصرہ کیا۔

''تم چپ کرو پتا نہیں کیا فضولیات بول رہے ہو۔'' ایشال نے مصنوعی خفگی سے اس کا کان پکڑا۔

''اُف آپ کتنی ظالم ہیں، میرا کان تو چھوڑیں میں تو آپ کی تصویریں ولی بھائی کو بھجوانے کے لیے بنا رہا تھا۔''

اقصم نے ولی کا نام لے کر جان چھڑائی۔ مناب نے اس کا کان چھوڑ دیا۔

''چھوٹو تم مجھے پہلے نہیں بتا سکتے تھے...... اپنا حلیہ ہی درست کر لیتی میں۔'' مناب اپنے بال سنوارنے لگی۔ اقصم چند لمحے اسے دیکھے گیا۔

''آپ ولی بھائی کے لیے کتنی کانشس ہو جاتی ہیں ناں......؟'' اقصم کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرائی۔

''کیوں نہ ہوں میں کانشس! وہ میرا مسٹر رائٹ ہے، پرنس چارمنگ ہے میرا۔'' اس کے اندازِ محبت پر اقصم کے اندر آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔ وہ خاموشی سے دل پر جبر کر کے ساتھ چلنے لگا۔ چند قدموں پر ٹیوب ویل لگا ہوا تھا...... یہاں رک کر مناب نے شوق سے ہاتھ منہ دھویا۔

''چھوٹو پانی بالکل بھی ٹھنڈا نہیں ہے۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے بچوں کی طرح خوشی کا اظہار کیا۔

اقصم نے اس کے بھیگے چہرے کو دیکھا اور آہ سرد بھر کر رہ گیا۔

''ٹیوب ویل کے پانی کا یہ کمال ہوتا ہے کہ گرمیوں میں اس کا پانی ٹھنڈا اور سردیوں میں اس کا پانی گرم ہوتا ہے۔'' اقصم نے اسے بتایا۔

''امیزنگ یہاں زندگی کتنی پُرسکون ہے ناں چھوٹو؟''

''ہاں...... پُرسکون، سادہ اور خوب صورت۔'' اقصم نے کیمرا مناب کی طرف بڑھایا ''بالکل تمہاری طرح'' یہ اس نے دل میں سوچا اور خود بھی ٹیوب ویل کے پانی سے ہاتھ منہ دھونے لگا۔

☆☆☆

وہ پورا دن ایشال نے ڈاکٹر عمر کے ساتھ سوشل ورک میں گزارا تھا۔ واپسی پر شام کو وہ ان کے ساتھ پیدل آ

رہی تھی۔ ایشال کے لیے ڈاکٹر عمر نے حویلی سے گاڑی منگوانے کے لیے کال کرنی چاہی تھی مگر ایشال نے انہیں روک دیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر عمر کے ساتھ گاؤں سے حویلی تک پیدل چلنے کو ترجیح دی تھی۔ غروب ہوتے سورج نے ماحول کو عجیب سی اداسی سونپ رکھی تھی۔

''ایشال مجھے پیدل چلنے کی عادت ہے اور مجھے پیدل چلنا اچھا لگتا ہے...... تم اپنے لیے گاڑی منگوا لیتیں تو بہتر تھا...... تھک جاؤ گی تم......'' ڈاکٹر عمر کے لہجے میں ان کے لیے فکر تھی۔

''اٹس او کے مجھے آپ کے ساتھ چلنا اچھا لگ رہا ہے۔''

ڈاکٹر عمر نے حیرت سے گردن موڑ کر اپنے ساتھ چلتی اس احمق سی لڑکی کو دیکھا جو کچھ عرصے سے انہیں بدلی ہوئی سی دکھائی دینے لگی تھی۔

''مم میرا مطلب تھا کہ شہر کی بھاگتی دوڑتی لائف میں کبھی یوں پیدل چلنے کا موقع ہی نہیں ملتا......'' ایشال نے خفیف سے انداز میں ہاتھ رگڑتے ہوئے سردی کی شدت کا احساس کم کرنا چاہا...... خنکی بہت بڑھ گئی تھی...... اور اس کے ہاتھ خاصے ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ جلدی میں وہ جینز کے اوپر محض گرم کشمیری کُرتہ پہن کر آگئی تھی اور اب واپسی پر اسے اچھی خاصی سردی لگ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟ تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے؟'' ڈاکٹر عمر پگڈنڈی پر اس کے ساتھ چلتے، چلتے رک گئے۔

''جی...... وہ بس جلدی میں خیال ہی نہیں آیا۔ کوئی شال وغیرہ لے آتی۔'' ایشال کے انداز میں خفت تھی۔

ڈاکٹر عمر نے اپنا لیدر کا کوٹ اتارا اور ایشال کی طرف بڑھایا۔

''اسے پہن لو...... ٹھنڈ نہیں لگے گی تمہیں۔''

''نن نہیں رہنے دیں۔ دس منٹ میں ہم حویلی پہنچ جائیں گے۔ اور ویسے بھی آپ کو تو ٹھنڈ لگے گی ناں؟''

''اٹس او کے، مجھے ٹھنڈ نہیں لگ رہی ہے۔ تم پہن لو اسے......'' ڈاکٹر عمر کے اصرار پر اس نے ان کے ہاتھ سے لیدر کا کوٹ لیا اور پہن لیا۔ اسے واقعی اب ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی۔

''آج دن میں تم نے کچھ نہیں کھایا...... بھوک تو لگی ہوگی تمہیں۔'' ڈاکٹر عمر دھیرے سے مسکرائے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ بھوک کی بہت کچی تھی۔

''نہیں کچھ خاص نہیں...... میں آج کل ڈائٹ پر ہوں۔''

''ریئلی......؟'' ڈاکٹر عمر مسکرائے۔ انہیں جیسے ایشال کی بات پر بہت حیرت ہوئی تھی...... ایشال نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ راستے میں ایک چھوٹا سا پانی کا نالہ آیا...... جسے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔

ڈاکٹر عمر نے نالے کے اوپر سے چھلانگ لگائی اور نالے کے دوسری طرف جا کھڑے ہوئے۔ ایشال جز بز سی ہوتی دوسری طرف کھڑی تھی۔ "this is dangerous" ڈاکٹر عمر نے اپنا ہاتھ ایشال کی طرف بڑھایا۔

"no this isn,t dngerous but interesting" ایشال نے ڈرتے، ڈرتے اپنا ہاتھ ڈاکٹر عمر کی طرف بڑھایا۔

ڈاکٹر عمر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اگلے ہی لمحے اسے اپنی طرف کھینچ لیا...... ایک لمحے کے لیے وہ ان کے سینے سے جا لگی تھی...... ڈاکٹر عمر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور عجلت میں اس سے چند قدم دور جا کھڑے ہوئے...... ایشال کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی...... نہ جانے کیوں وہ بلش ہو گئی تھی۔

''تم جیسی ڈرپوک لڑکی نہ جانے میڈیکل کی فیلڈ میں کیسے آگئی؟'' ڈاکٹر عمر مسکرائے۔

''مجبوری سے...... آپ جانتے تو ہیں اس فیلڈ میں آنے کی میری خواہش کبھی نہیں تھی۔''

''آئی نو تمہارا انٹرسٹ شروع سے ہی فائن آرٹس میں تھا..... مگر مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ تم اپنے پروفیشن کو اب بہت سیریس لے رہی ہو..... کسی بھی پروفیشن میں نام بنانے کے لیے محنت، لگن، دلچسپی اور دیانتداری کی سیڑھیاں طے کر کے ہی انسان اپنے لیے کامیابیوں کے بہت سے راستے آسانی سے کھول سکتا ہے۔'' ڈاکٹر عمر اسے سمجھا رہے تھے اور وہ توجہ سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ ان کے ساتھ باتوں میں کب حویلی تک کا فاصلہ طے ہو گیا، ایشال کو احساس تک نہیں ہوا..... وہ رات ان سب کی حویلی میں آخری رات تھی۔ حویلی کے ملازم غلام عباس نے اس رات بھی لان میں لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلا دی تھی..... بڑوں نے آگ کے گرد کرسیاں بچھا کر اپنی محفل جما رکھی تھی جبکہ نوجوان نسل نے حویلی کے لان میں نیٹ لگوا رکھا تھا..... اور وہ بیڈمنٹن کھیلنے کے لیے جوڑیاں بنا رہے تھے۔

''میں تو زارون کی پاٹنر بنوں گی۔'' عنایہ نے فیصلہ سنایا۔

''پتا تھا مجھے.....'' مناب نے عنایہ کے کندھے پر دھپ رسید کی۔

''مناب آپ میری پارٹنر بن جائیں..... ایشو بہت اناڑی ہے..... اسے عمر بھائی کے ساتھ ایڈجسٹ کرتے ہیں..... ویسے بھی یہ چار مہینے سے ان کے ساتھ انڈر پریکٹس ہے..... عمر بھائی اس کی بے وقوفیوں کو ہینڈل کرنا جانتے ہیں۔'' اقصم کا انداز چھیڑنے والا تھا جو ایشال کو بری طرح سے تپا گیا۔

''زارون بھائی دیکھ رہے ہیں آپ اپنے بھائی کو؟ اسے تو نہ جانے کیوں خدا واسطے کا بیر ہے مجھ سے۔'' ایشال نے اپنے قریب ہی گھاس پر رکھا فٹبال اٹھا کر اقصم کو دے مارا جسے اس نے ہنستے ہوئے کیچ کر لیا تھا۔

''اقصم ناٹ فیئر..... مت تنگ کرو میری بہن کو.....'' زارون نے مسکراتے ہوئے سرزنش کی۔

''میں کہاں تنگ کر رہا ہوں زارون بھائی۔''

''فارگاڈ سیک اب تم دونوں لڑنے نہ بیٹھ جانا..... پہلے تم عمر بھائی کو تو بلا لاؤ..... عنایہ نے تنبیہہ کی۔

''ہاں یار، عمر بھائی کہاں ہیں؟'' زارون نے اقصم سے پوچھا۔

''اپنے روم میں دیوداس بن کر بیٹھے ہوں گے..... اور کہاں ہوں گے۔'' اقصم نے ہنستے ہوئے اطلاع دی۔

''شٹ اپ اقصم..... تم جب بھی بولتے ہو نان سینس بولتے ہو..... تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا عمر بھائی کے بارے میں اس طرح بات کرنے کا۔'' ایشال نے سنجیدگی سے اقصم کی کلاس لی..... سب نے حیرت سے ایشال کو دیکھا۔

''ایشو یہ تم کہہ رہی ہو؟'' عنایہ نے حیرت سے ایشال سے پوچھا۔

''تمہارا ریلیشن تو ہمیشہ سے عمر بھائی کے ساتھ انڈیا، پاکستان کی دشمنی جیسا رہا ہے، بائے دا وے عمر بھائی کے بارے میں ایسے نیک خیالات کب سے پیدا ہوئے تمہارے دل میں؟'' اقصم کے استفسار پر وہ خود بھی گڑبڑا گئی تھی۔

''ایشو بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے چھوٹو تم بہت فضول بولتے ہو اکثر.....'' مناب نے اسے گھورا۔

''کم آن یار میں تو مذاق کر رہا تھا..... آپ دونوں تو خوامخواہ برا منا گئیں؟'' اقصم نے معذرت کی۔

''اٹس او کے گائز..... میں آپ سے سب کو یاد دلا دوں کہ ہم سب یہاں بیڈمنٹن کھیلنے والے تھے؟'' زارون نے انہیں یاد دلایا۔

''ہاں بھئی کیپ اِٹ اپ..... اقصم جاؤ تم عمر بھائی کو بھی بلا لاؤ..... تاکہ گیم شروع کی جائے.....'' عنایہ کی بات پر اقصم ہاتھ میں پکڑا ریکٹ مناب کو تھما کر اندر چلا گیا۔

''عمر بھائی تو سو چکے ہیں۔'' تھوڑی دیر کے بعد وہ منہ لٹکائے باہر آیا۔

''آج سارا دن بھیا بزی رہے ہیں شاید تھک کر جلدی سو گئے۔'' مناب نے ریکٹ پہ شٹل اچھالتے ہوئے کہا۔

ایشال ان سب کے ساتھ تھی سب ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے مگر اس کے دل کو ایک عجیب سی اداسی نے گھیر لیا تھا۔ اقصم نے ایک گیم مناب کے ساتھ پارٹنر بن کر زارون اور عنایہ کے ساتھ کھیلی تو مناب اور اقصم وہ گیم جیت گئے تھے۔ اس کے بعد اقصم نے ایشال کے ساتھ پارٹنر کے طور پر وہی گیم کھیلی تو ایشال کی ناقص کارکردگی کی وجہ سے ہار گیا۔

''ایشو تمہارے اناڑی پن کی وجہ سے ہم یہ گیم ہارے ہیں۔'' اقصم کو اپنی ہار پہ افسوس ہو رہا تھا۔

''اٹس او کے چھوٹو...... تو ڈاؤٹ تم ٹینس کے بہت اچھے پلیئر ہو مگر ہار جیت تو کھیل کا حصہ ہے۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے اسے سمجھایا۔ نیٹ کے دوسری طرف زارون اور عنایہ اپنی فتح پہ بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔

''پارٹنر کمزور ہو تو کسی بھی میدان میں انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔''

''مجھے ٹینس کھیلنا ہی کب آتا ہے؟ میں تو بس تم سب کی کمپنی انجوائے کرنے کے لیے کھیل رہی تھی۔'' اقصم کی بات پر ایشال نے ریکٹ قریب رکھی چیئر پر رکھا۔

''ایک گیم تمہاری ٹیم جیتی دوسری ہم...... حساب برابر......'' عنایہ نے مناب کے ہاتھ پر ہاتھ مارا...... اور وہ سب چلتے ہوئے لان میں بڑوں کی محفل کی طرف چلے آئے...... جہاں داؤد چوہدری اور سمیرا بیگم شطرنج کی بازی لگائے بیٹھے تھے...... قریب ہی ڈرائی فروٹ کی ٹرے رکھی تھی۔ اقصم نے قریب آکر ٹرے سے کاجو اٹھا کر منہ میں ڈالے۔

''مما آپ اس بار بھی پاپا سے ہار جائیں گی۔''

''جی نہیں، مما کی پوزیشن اس وقت خاصی اسٹرونگ ہے۔'' زارون نے سمیرا بیگم کی چیئر کے پاس کھڑے ہو کر...... شطرنج کے مہروں کو دیکھتے ہوئے اعتماد سے کہا۔

''زارون شطرنج کے کھیل میں قبل از وقت کوئی دعویٰ کرنا سراسر بے وقوفی ہوتی ہے۔'' داؤد چوہدری نے سگار پیتے ہوئے اپنی چال چلتے ہوئے باور کروایا۔

''ارے مما...... آپ تو پھنس گئی ہیں؟'' اگلے ہی لمحے زارون نے قیاس کیا۔

''واؤ دیٹس گریٹ پاپا۔'' اقصم نے خوشی سے داؤد چوہدری کا کندھا تھپکایا۔

''پورے تیس سال تمہارے پاپا کے ساتھ گزارے ہیں...... انہی سے سیکھا ہے کہ زندگی میں آخری دم تک پُرامید رہنا چاہیے اور اتنی آسانی سے ہار نہیں ماننی چاہیے......'' سمیرا بیگم نے اپنی چال چلی۔

اب داؤد چوہدری کو اپنے بچنے کے چانس کم ہی دکھائی دینے لگے تھے۔ نوجوان نسل نے بھی داؤد چوہدری اور سمیرا بیگم کے ساتھ گروپ بنا لیے تھے اور وہ اپنے، اپنے پارٹنر کے لیے ہوٹنگ کر رہے تھے...... اِک مدت کے بعد حویلی میں قہقہے گونج رہے تھے...... نور بیگم گرم جرسی پہنے اور شال لپیٹے ساجدہ بیگم کے پاس بیٹھی ان سب کے درمیان ہونے والے ہنسی مذاق کو انجوائے کر رہی تھیں...... حویلی میں دوسری اور آخری رات کو بھی تمام مکینوں نے بھرپور انجوائے کیا تھا صرف ایک ایشال ہی تھی جو چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ہوئے تھی۔ اسے وہ ہنستی مسکراتی محفل ادھوری سی محسوس ہو رہی تھی...... اس کی نظریں بار، بار ڈاکٹر عمر کو ڈھونڈ رہی تھیں...... پتا نہیں اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ ایشال کو اپنے اندر رونما ہونے والی اس تبدیلی کا خود بھی پتا نہیں چل رہا تھا...... بس دل تھا کہ خود بخود ڈاکٹر عمر کی طرف مائل ہو رہا تھا۔

رات وہ مناب کے ساتھ بیڈ پر سونے کے لیے لیٹی تو ڈاکٹر عمر کے ساتھ سارے دن کے مناظر اس کی آنکھوں میں ایک فلم کی طرح چلنے لگے۔ مناب جلد ہی سو گئی تھی مگر اسے بہت دیر سے نیند آئی تھی جس کی وجہ سے صبح اس کی آنکھ بھی دیر سے ہی کھلی تھی۔

جب وہ فریش ہو کر روم سے نکلی تو مناب سوپ کا باؤل ٹرے میں رکھے ڈاکٹر عمر کے روم کی طرف جا رہی تھی۔

''اتنی صبح کون سوپ پیے گا؟'' ایشال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
''عمر بھیا کو فلو کے ساتھ ٹمپریچر بھی ہو گیا ہے انہی کے لیے سوپ بنوایا ہے۔'' مناب کی اطلاع پر اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔
اسے یاد آیا کہ کل شام کھیتوں سے گزرتے ہوئے اچھی خاصی خنکی محسوس ہو رہی تھی جب انہوں نے اپنا لیدر کا کوٹ اتار کر ایشال کو دے دیا تھا...... اور خود وہ بغیر کسی جرسی یا کوٹ کے اس کے ساتھ چلتے رہے تھے۔ یقیناً انہیں ٹھنڈ لگ گئی تھی...... اس نے دل میں سوچا۔
''اب کیسی طبیعت ہے عمر بھائی کی؟'' اسے فکر ہوئی۔
''آ کر خود ہی دیکھ لو......'' مناب ان کے روم کا دروازہ کھول کر اندر بڑھ گئی ایشال اس کے پیچھے ہی اندر آئی تو وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے۔
''عمر بھائی کیا ہوا آپ کو؟'' ایشال ان کے بیڈ کے قریب آئی۔
''کچھ خاص نہیں...... بس طبیعت تھوڑی گڑ بڑ ہو گئی ہے......'' ان کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آواز میں بھی نقاہت تھی...... ڈاکٹر عمر نے تکیے کے سہارے بیٹھنے کی کوشش کی...... ایشال نے آگے بڑھ کر ان کے پیچھے تکیے سیٹ کیا۔
''تھوڑی نہیں اچھی خاصی گڑ بڑ ہے آپ کی طبیعت...... اتنا تیز بخار ہو رہا ہے آپ کو اور آپ کہہ رہے ہیں کہ کچھ نہیں ہوا۔'' مناب سوپ کی ٹرے لیے ان کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی...... اس کے لہجے میں اپنے بھائی کے لیے فکر تھی۔
''چھٹکی تم رہنے دو، میں خود پی لوں گا...... اب اتنا بھی بیمار نہیں ہوں میں۔'' انہوں نے ٹرے اپنی طرف کھسکائی۔
''بھیا کہاں ٹھیک ہیں آپ؟'' اس نے خفگی سے کہتے ہوئے سوپ کے باؤل سے چمچ بھر کے ان کے لبوں سے لگایا۔
''ڈونٹ وری چھٹکی...... میں نے میڈیسن کھالی ہے، میں اب پہلے سے بہتر فیل کر رہا ہوں۔'' انہوں نے تسلی دی۔
''عمر بھائی آپ کا ٹمپریچر چیک کروں؟'' ایشال نے فکرمندی سے پوچھا۔
''نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' انہوں نے ایشال کو ٹمپریچر چیک کرنے سے روک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے روم سے باہر آ گئی تھی۔

☆☆☆

سب واپسی کی تیاری کر رہے تھے، آج سنڈے تھا اور شام تک انہیں شہر واپس پہنچنا تھا...... لنچ کے بعد سب روانگی کے لیے اپنی، اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔ طبیعت خرابی کے باعث ڈاکٹر عمر گاڑی خود ڈرائیو نہیں کر پائے تھے حویلی کا ملازم ان کی گاڑی ڈرائیو کر کے انہیں کاشانۂ عمر واپس لے آیا تھا...... اگلے دن ڈاکٹر عمر اسپتال نہیں گئے تھے۔
ایشال ان کی خیریت پوچھنے خوب صورت بوکے لے کر کاشانۂ عمر آئی تو ساجدہ بیگم کچن میں مصروف تھیں۔
''السلام علیکم پھپو! کیسی ہیں آپ؟'' ایشال نے انہیں خوش دلی سے سلام کیا۔
''وعلیکم السلام! میری ایشو آئی ہے...... اللہ کا شکر ہے میری جان، میں ٹھیک ہوں...... عمر کی پسند کا لنچ بنا رہی ہوں، یہ لڑکا تو آج بھی اسپتال جا رہا تھا میں نے ڈانٹ ڈپٹ کے زبردستی روکا ہے اسے۔'' ساجدہ بیگم نے دال کو بھگار لگایا۔
''اچھا کیا پھپو آپ نے...... عمر بھائی بالکل بھی اپنا خیال نہیں رکھتے ہیں۔''
''اسی لیے تو اس لڑکے کا خیال رکھنے والی، اس سے محبت کرنے والی لڑکی ڈھونڈ رہی ہوں۔'' ساجدہ بیگم نے

مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی دھیرے سے مسکرا دی۔

''پھپھو مناب نظر نہیں آرہی؟''

''مناب اپنے روم میں ہے..... اسکرپٹ لکھ رہی ہے..... تم نے چینل پر مناب کے ڈرامے کا پرومو دیکھا.....؟'' ساجدہ بیگم نے فیقو کے ہاتھ سے کٹا ہوا ہرا دھنیا اور ہری مرچیں لے کر دال کے اوپر چھڑکیں۔

''جی پھپھو بہت خوشی ہوئی، اب تو مناب بھی سیلی بریٹی بن گئی ہے۔''

''ہاں بیٹا، اللہ تم سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور ہزاروں کامیابیاں عطا کرے۔''

''آمین پھپھو..... اسی خوشی میں اپنے ہاتھ کی اچھی سی چائے پلائیں مجھے..... تب تک میں عمر بھائی کی خیریت معلوم کر کے آتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں..... اور ہاں لنچ کیے بغیر مت جانا، میں نے دال چاول اور وائٹ چکن بنایا ہے۔''

''ڈونٹ وری پھپھو میں آج شام تک آپ کے پاس ہی رہوں گی۔'' ایشال نے مسکراتے ہوئے اطلاع دی اور کچن سے باہر نکل گئی۔ جب اس نے ڈاکٹر عمر کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر اندر قدم رکھا تو وہ تکیے کے سہارے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ ایشال نے فلاور بوکے ان کی طرف بڑھایا۔ ''دس از فور یو.....''

''تھینکس.....'' وہ دھیرے سے مسکرائے۔

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' ایشال ان کے بیڈ کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

''الحمدللہ......اب میں ٹھیک ہوں، بس مما نے زبردستی مجھے اسپتال سے چھٹی کروالی۔''

''پھوپو نے بالکل ٹھیک کیا ہے......کل آپ کو اتنا تیز ٹمپریچر تھا آپ کو آج ریسٹ کی ضرورت تو تھی ناں......''

ایشال نے ان کے کملائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

ڈاکٹر عمر نے قریب رکھا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کردیا۔

''اور نانو کیسی ہیں؟ وہ تو تھک گئی ہوں گی؟''

''جی دادو ٹھیک ہیں بس سفر کی وجہ سے تھوڑی تھک گئی تھیں، میں نے انہیں پین کلر دے دی تھی......'' ڈاکٹر عمر نے اٹھ کر سائیڈ ٹیبل سے پانی لینا چاہا۔

''آپ لیٹ جائیں، میں آپ کو پانی دیتی ہوں۔'' ایشال نے جگ اٹھا کر پانی گلاس میں ڈالا اور گلاس اٹھا کر ان کی طرف بڑھایا۔

''تھینکس۔'' ڈاکٹر عمر نے اس کے ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہوئے بے ساختہ اس کے سراپے پر نگاہ ڈالی......

بلیک پلازو پہ ڈھیلا ڈھالا سا کرتہ پہنے......کندھوں پہ دوپٹا پھیلائے وہ بہت پاکیزہ اور پُرکشش لگ رہی تھی......

ڈاکٹر عمر نظریں چرا گئے اور پانی کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے سوچنے لگے۔

''اس لڑکی نے کچھ ہی مہینوں میں اپنی شخصیت کو اندر اور باہر سے کتنا بدل لیا ہے۔'' وہ ان کے روم میں تھوڑی دیر بیٹھ کر باہر آگئی تھی......نہ جانے کیوں ڈاکٹر عمر کے کٹھور دل نے پہلی بار یہ خواہش کی تھی کہ وہ لڑکی تھوڑی دیر اور ان کے پاس بیٹھے......ان کے سامنے......ان کے کمرے میں......یہ ایک عجیب وغریب خواہش تھی جو اُن کے چپ سادھے بے حس دل نے دس سال کے بعد کی تھی......جسے ڈاکٹر عمر نے سختی سے رد کردیا تھا۔

☆☆☆

نور منزل میں شادی کی تیاریاں زور شور سے جاری تھیں......شادی کے فنکشنز میں ڈانس آئٹم کی تیاری کے لیے اقصم اور ایشال خاصے پُرجوش دکھائی دے رہے تھے......مووی میکرز کی ہدایت کے مطابق سب کپلز کو مختلف گانوں پر ڈانس پرفارمنس دینی تھی جسے میڈلے کیا جاتا ہے اور جس کی تیاری کے لیے باقاعدگی سے کوریوگرافر آکر انہیں ڈانس کی ریہرسل کرواتا رہا تھا......زارون اور عنایہ کو مایوں بٹھاتے ہی ان دونوں پہ ایک دوسرے کے سامنے آنے پر پابندی لگادی گئی تھی......جس پر زارون نے اچھا خاصا احتجاج بھی کیا تھا مگر اس کے احتجاج پر نور منزل میں کسی نے کان نہ دھرا تھا......نور منزل کو سجانے سنوارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ دو تین دن سے ساجدہ بیگم اور مناب بھی یہاں ہی تھیں۔ آج مہندی تھی اور مہندی کا فنکشن فائیو اسٹار ہوٹل میں ہی ارینج کیا گیا تھا......وہاں پہنچنے سے بیشتر نور منزل میں خاصی ہلچل سی مچی ہوئی تھی، علینہ بھی صبح سے نور منزل آئی ہوئی تھی۔ مہندی کے فنکشن کے لیے پارلر سے دو لڑکیاں عنایہ کو مہندی لگانے آگئی تھیں۔ زارون، عنایہ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب نظر آرہا تھا مگر عنایہ کو زارون سے پردہ کروایا جارہا تھا......مگر وہ بھی ایسا بے چین تھا کہ ہر گھنٹے کے بعد وہ عنایہ کے روم میں گھسنے کی کوشش کرتا اور ہر بار......مناب، ایشال اور علینہ اس کی کوشش ناکام بنادیتی تھیں۔

اب بھی زارون نے کمرے میں جھانکا تو وہ تینوں اٹھ کر دروازے میں آکھڑی ہوئیں۔

''زارون بھائی......آپ کا یہاں داخلہ ممنوع ہے......آپ سمجھتے کیوں نہیں؟'' ایشال نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتے ہوئے زارون کو گھورا۔

''کیوں بھئی، یہ کیا بات ہوئی؟ میں اپنی پرنسس کو دیکھنے کے لیے ترس گیا ہوں اور تم تینوں ہو کہ ہم دونوں کے درمیان ظالم سماج بن کر کھڑی ہوجاتی ہو۔'' زارون نے اچک کر ان تینوں کے عقب میں بیڈ پہ بیٹھی عنایہ کو دیکھا

جو ہاتھوں پیروں پہ مہندی لگوا رہی تھی۔

''صرف آج کی رات صبر کرلیں، کل عنایہ کو آپ کی منکوحہ کے روپ میں آپ کے حوالے کردیں گے ہم۔'' مناب نے زارون کو تسلی دی۔

''یار صرف ایک جھلک دکھا دو مجھے عینی کی۔'' اس نے ایک بار پھر التجا کی۔

''تو بہ زارون بھائی تھوڑا صبر کرلیں...... دو گھنٹے کے بعد عینی آپ کے ساتھ بیٹھی ہوگی پھر چاہے جتنی مرضی اس سے باتیں کرلیجیے گا، دل بھر کے دیکھ لیجیے گا...... مگر ابھی ناممکن......'' علینہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

''ویسے بھی ہمیں اوپر سے آرڈر ہیں آپ کو یہ چوکھٹ عبور نہ کرنے دی جائے۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے اسے یاد دلایا۔

''قسم سے تم تینوں بہت ظالم ہو...... گن، گن کر تم تینوں سے بدلے لوں گا میں۔'' زارون نے بیچارگی سے دھمکی دی۔

''جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا...... فی الحال آپ کی خواہش کا احترام نہیں کیا جاسکتا۔'' ایشال نے دونوں بازو پھیلا کر دروازے کی چوکھٹ پر زارون کا راستہ روکا۔

''ایشو تمہیں تو عنقریب ایک مجبور عاشق کی بددعا لگے گی۔'' زارون کی بددعا پہ وہ تینوں ہنسنے لگیں۔

''اسی لیے کہتی تھی میں...... سالی ہوں میں آپ کی بنا کر رکھیں مجھ سے۔'' ایشال اترائی۔

''ایشو کیوں زارون کو تنگ کررہی ہو آنے دو ناں اسے اندر۔'' اندر بیڈ پر بیٹھی عنایہ نے مسکراتے ہوئے سفارش کی۔

''تم چپ کرو یار...... اتنی مشکل سے تو زارون بھائی ہاتھ آئے ہیں۔'' علینہ نے مہندی لگواتی عانیہ کو سرزنش کی۔

''زارون بھائی سچ میں آپ تو عینی کے لیے ایسے بے تاب ہورہے ہیں جیسے صدیوں سے بچھڑے ہوں۔'' مناب مسکرائی۔

''ابھی انہیں ایک دوسرے کو دیکھے ہوئے محض تین دن ہوئے ہیں۔'' ایشال نے یاد دلایا۔

''میرے لیے یہ تین دن تین...... صدیوں کے برابر ہیں، ظالم سماج!'' زارون کے انداز میں بیچارگی تھی وہ تینوں ایک بار پھر ہنس پڑیں۔

''کیوں بھئی، کون بن رہا ہے ظالم سماج؟'' اقصم، زارون کے عقب میں کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

''اقصم تم ہی میری کچھ ہیلپ کرو...... یہ تینوں خواہ مخواہ میرے اور عنایہ کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہیں۔''

''ہاں جی کیوں تنگ کررہی ہیں آپ تینوں میرے بھائی کو......؟'' اقصم نے زارون کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے دروازے میں کھڑی ان تینوں لڑکیوں سے پوچھا۔

''تم اس معاملے میں ٹانگ نہ ہی ڈالو تو بہتر ہے۔'' ایشال نے اسے سرزنش کی۔

''کیوں بھئی میں کیوں نہ ٹانگ اڑاؤں...... اور ویسے بھی اتنا اترانے کی ضرورت نہیں ہے، میں چاہوں تو ابھی یوں ایک منٹ میں زارون بھائی کو اس کمرے میں بھجوا سکتا ہوں۔'' اقصم نے چٹکی بجاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''اچھا جی...... اویں...... میرے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے۔'' ایشال نے دوٹوک انداز میں اس کے دعوے کو رد کیا۔

اندر بیٹھی عنایہ کمرے کے دروازے پر ہونے والی دلچسپ تکرار پر مسکرا رہی تھی۔

''لگالو شرط...... میں اگلے دومنٹ میں زارون بھائی کو عنایہ بھابی کے پاس اندر بھیج سکتا ہوں۔'' اقصم نے پھر وہی دعویٰ کیا۔

''امپاسبل...... !میرے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے۔'' ایشال بھی اپنی بات پر قائم تھی۔

''تو لگالو ناں شرط......'' اقصم ہنوز مسکرار ہا تھا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے لگی پھر شرط......'' ایشال نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

''اوکے شرط ہارنے والا آج فنکشن میں عمر بھائی کو ڈانس کروائے گا۔'' اقصم نے وضاحت کرتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ ایک لمحے کے لیے ڈاکٹر عمر کے ذکر پر اس کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی مگر اب یہ ایشال کی عزت کا سوال تھا۔

''جی تو اب ذرا اپنا دعویٰ بھی پورا کر کے دکھاؤ...... ہم بھی اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلیں گے۔''

مناب کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔ اقصم نے اپنے کرتے کی پاکٹ میں مسکراتے ہوئے ہاتھ ڈالا تھا اور اگلے ہی لمحے ربڑ کے کاکروچ اور چھپکلیاں ان تینوں کی طرف اچھال دی تھیں...... نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا وہ تینوں چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگی تھیں...... زارون، اقصم کے کندھے پر شاباش دینے کے انداز میں تھپکی دے کر مسکراتا ہوا عنایہ کے روم میں آگیا تھا اور اقصم باہر کھڑا ان تینوں لڑکیوں کے سرپٹ بھاگنے پر قہقہہ لگا رہا تھا۔ ایشال تو اتنی خوفزدہ ہوئی تھی کہ چیختے ہوئے کاکروچ اور چھپکلی کے ڈر سے راہداری میں ایسے سرپٹ بھاگی کے سامنے سے سیڑھیاں چڑھ کر راہداری میں آتے ڈاکٹر عمر سے بری طرح سے ٹکرائی اس سے پہلے کہ وہ ان سے ٹکرا کر نیچے گرتی ڈاکٹر عمر نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر تھام لیا تھا۔

وہ ان کی بانہوں میں تھی' ان کے اتنے قریب کہ چند لمحے وہ بے اختیار اسے دیکھے گئے۔ اس کا گھبرایا ہوا وجود...... اس کی تیز سانسیں...... اور اس کا معصوم سا حسن...... ڈاکٹر عمر جیسے کٹھور اور پتھر دل آدمی سے لڑنے لگا تھا، ان سے اس لڑکی کا ساتھ مانگنے لگا تھا جو کبھی ان کے لیے اہم نہیں تھی...... مگر اب وہ اہمیت اختیار کرتی جارہی تھی...... انہیں اس کا ساتھ اچھا لگنے لگا تھا۔ ڈاکٹر عمر نے اپنے دل میں بے ساختہ امنڈنے والی خواہشوں کو رد کرتے ہوئے دھیرے سے اس کے بالوں میں پھنسا ہوا ربڑ کا کاکروچ نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

''کہیں تمہاری بدحواسی کی وجہ یہ کاکروچ تو نہیں؟'' اپنی نظروں کے بالکل سامنے کاکروچ دیکھ کر ایک بار پھر اس کے منہ سے چیخ نکلی۔

''یہ ربڑ کا نقلی کاکروچ ہے اور تم اس سے اتنا خوفزدہ ہو رہی ہو؟ اگر سچ مچ تمہارے سامنے کبھی اصلی والا کاکروچ آگیا تو کیا حالت ہوگی تمہاری؟'' ڈاکٹر عمر نے اس سے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ کھسیا کر ان کی گرفت سے نکل گئی۔

''تم بہت پاگل لڑکی ہو۔'' ڈاکٹر عمر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے مگر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ وہیں کھڑی ان کی پشت کو دیکھتی رہی جس شخص سے وہ ہمیشہ چڑتی تھی اب وہی شخص اس کے لیے روز بروز اہم ہو رہا تھا۔ جس شخص میں اسے دنیا جہان کی برائیاں نظر آیا کرتی تھیں وہی شخص اسے خوبیوں کا پیکر نظر آتا جارہا تھا۔ جس شخص کی بور کمپنی سے وہ دور بھاگتی تھی اب اسی شخص سے باتیں کرنا، اس کے ساتھ رہنا، ایشال کو اچھا لگنے لگا تھا۔ نہ جانے اس کا دل روز بروز اتنا منہ زور کیوں ہونے لگا تھا کہ بلاوجہ اس شخص کا ساتھ چاہنے لگا...... جس شخص کے دل میں پہلے سے کسی کی یادوں کا بسیرا تھا...... اس کا دل اس شخص کی محبت کا طلب گار ہو رہا تھا جس کے دل میں کسی اور کے نام کی شمع روشن تھی جو لڑکی ہر وقت ہنستی مسکراتی، شرارتیں کرتی نظر آتی تھی اب وہی خاموش رہنے لگی تھی...... اس کے

لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

زارون کے کمرے میں آتے ہی مہندی لگانے والی دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

زارون اسے وارفتگی سے دیکھتا ہوا اس کے پاس بیٹھ گیا...... اور اس کے دودھیا ہاتھوں اور پیروں پر لگی خوب صورت مہندی کو دیکھنے لگا۔

''تمہارے ہاتھوں اور پاؤں پر لگی مہندی کتنی خوب صورت لگ رہی ہے، کیا میں انہیں چھو کر دیکھ سکتا ہوں؟'' زارون نے اس کے ہاتھ پکڑنے چاہے۔

''نہیں، ابھی یہ گیلی ہے۔'' عنایہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ پیچھے کیے تو زارون نے مسکراتے ہوئے اس کے کاندھے پر سر رکھ لیا۔

''تو ٹھیک ہے جب تک تمہاری یہ مہندی سوکھ نہیں جاتی میں ایسے ہی تمہارے سہارے بیٹھا رہوں گا۔'' زارون کا انداز شرارت لیے ہوئے تھا۔

''یہ کیا...... کیا کر رہے ہو زارون؟ پلیز اٹھو، جاؤ یہاں سے۔'' عنایہ کے دونوں ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی اور وہ خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی...... اور صرف کندھے کی حرکت سے اسے ہٹانا چاہ رہی تھی۔

''کیوں جاؤں؟ مجھے تمہارے ساتھ تھوڑا سا ٹائم اسپنڈ کرنا ہے، تین دن سے تمہیں دیکھنے کو ترس رہا ہوں...... آئی سوئیر تمہارے بغیر میں ادھورا ہوں۔'' زارون بچگانہ سے ضدی لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔

''اپنی محبت کا تھوڑا سا اظہار بعد کے لیے بھی بچا رکھو۔'' عنایہ بلش ہوتے ہوئے مسکرائی۔

''ڈونٹ وری...... کل تمہارے لیے میری محبت کا اظہار سب سے خوب صورت اور مختلف ہوگا۔'' زارون نے اسے چھیڑا۔

''اچھا ناں اب اٹھو یہاں سے...... کسی نے دیکھ لیا تو مجھے بہت embarrassment ہوگی۔''

''تو جس نے دیکھنا ہے وہ دیکھ لے...... تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو...... میری ہونے والی بیوی ہو تم...... اور ویسے بھی مجھے تمہارے ساتھ؟ بہت سکون مل رہا ہے۔ نیند آ رہی ہے مجھے۔''

''زارون اٹس ٹو مچ یار...... تم یہاں نہیں سو سکتے...... اپنے سارے شوق کل پورے کر لینا...... مگر ابھی یہاں سے اٹھو...... جاؤ پلیز۔'' عنایہ نے التجا کی۔

''نہیں، یہ ٹو مچ نہیں ہے، ابھی یہ آغاز ہے میری محبت کا۔'' زارون نے اسے وارفتگی سے دیکھتے ہوئے اس کے کانوں میں سجی بالیوں کو چھیڑا۔

''مجھے لگتا ہے تم پاگل ہو گئے ہو۔'' عنایہ نے بلش ہو کر مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔

''کبھی، کبھی مجھے لگتا ہے تم آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور ہو جسے صرف میرے لیے اس دنیا میں اتارا گیا ہے۔'' زارون اسے محویت سے تکتے ہوئے بولا۔ زارون نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''اور کبھی، کبھی مجھے یہ لگتا ہے کہ دنیا کا کوئی بزنس مین اتنا رومینٹک نہیں ہوگا جتنے تم ہو۔'' عنایہ نے مسکراتے ہوئے کہا...... تو زارون بھی مسکرا دیا۔

''اگر تم اتنی خوب صورت نہ ہوتیں تو شاید میں بھی اتنا رومینٹک ہرگز نہیں ہوتا۔'' زارون نے اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو پیار سے پیچھے کیا۔ اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''زارون بھائی...... time is over ساجدہ پھپھو، مما اور ان کے ساتھ دو تین آنٹیاں اسی طرف آرہی ہیں۔'' اقصم نے آواز لگا کر اطلاع دی...... تو زارون مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا...... اور اس کے گال چھو کر دھیرے سے بولا۔

"Oky see you later" عنایہ مسکرادی...... زارون عجلت میں کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

دوسرے شہر سے آئے کچھ قریبی رشتے داروں کو نور منزل میں ٹھہرایا گیا تھا اور کچھ رشتے داروں کو فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرا دیا گیا تھا۔ نور منزل میں رونق ہی رونق تھی...... گھر میں ٹھہرے مہمانوں کو مختلف گاڑیوں میں ہوٹل پہنچایا جارہا تھا۔

مہندی کے فنکشن کے لیے پورے ہال کو گیندے کے تازہ پھولوں سے بڑے خوب صورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ داؤد چوہدری اور سمیرا بیگم آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

''سمیرا...... لڑکیاں ابھی پارلر سے نہیں آئیں...... ؟ بہت دیر لگا دی انہوں نے؟'' داؤد چوہدری نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

''ابھی ایشو کی کال آئی تھی، وہ کہہ رہی تھی کہ کسی کو پارلر بھیجیں وہ سب تیار ہیں۔''

''ہاں تو ڈرائیور کو بھیج دو...... انہیں لے آئے۔''

''ڈرائیور تو آپ کی پھپھو کلثوم اور ان کی بیٹی کو ائرپورٹ لینے گیا ہوا ہے۔'' سمیرا بیگم کی اطلاع پر داؤد چوہدری نے ہال میں نگاہ دوڑائی۔

''جنید اور اقصم کہاں ہیں؟ دونوں میں سے کوئی بھی جاکر لڑکیوں کو لے آئے۔''

''وہ دونوں تو زارون کو سیلون سے لینے گئے ہوئے ہیں...... میں عمر سے کہتی ہوں وہ پارلر سے لڑکیوں کو لے آئے۔''

''ہاں جلدی انہیں بلالو...... تقریباً تمام مہمان آچکے ہیں......'' داؤد چوہدری نے کہا اور آگے بڑھ کر اپنے بزنس فرینڈ توقیر ہمدانی اور ان کی مسز کو ویلکم کرنے لگے۔

''عمر بیٹا جاؤ ذرا تم لڑکیوں کو پارلر سے لے آؤ۔'' سمیرا بیگم نے عمر کے پاس آکر کہا۔ اور اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔

''دیکھو تو سب مہمان آچکے ہیں اور یہ ابھی تک وہیں کی وہیں بیٹھی ہیں۔''

''ڈونٹ وری ممانی...... میں وہیں جارہا ہوں ابھی مناب کی کال آئی تھی مجھے۔''

''اوکے بیٹا۔'' سمیرا بیگم ان کے کندھے پر تھپکی دے کر آگے بڑھ گئی تھیں۔ ڈاکٹر عمر نے پارلر کی پارکنگ میں پہنچ کر مناب کو کال کرکے اپنی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔

اگلے پانچ منٹ کے بعد وہ تینوں پارلر سے نکل کر باہر آئیں تو ڈاکٹر عمر، ایشال کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے زیادہ تر اسے مغربی لباس میں ہی دیکھا تھا...... مگر آج ایشال نے شاکنگ پنک کلر کا شرارہ اور اس پر جامنی کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ بڑا سا یلو دوپٹا کندھے پر لے رکھا تھا۔ اس کے دوپٹے کے چاروں کناروں پر شاکنگ پنک کلر کی بنارسی پٹی لگی ہوئی تھی اور اسے چونکہ اتنا بڑا دوپٹا لینے کی عادت نہیں تھی سو دوپٹا اور شرارہ سنبھالتے ہوئے ہیل پہن کر چلنے میں اسے تھوڑی مشکل پیش آرہی تھی...... ایشال نے ماتھے پر کشمیری ٹیکا بھی لگا رکھا تھا...... پہلی بار اس نے ہاتھوں پر مہندی لگوائی تھی اور چوڑیاں بھی پہنی تھیں...... آج وہ مکمل طور پر مشرقی حسن کا پیکر لگ رہی تھی...... چند لمحے تو ڈاکٹر عمر اس سے نظریں ہی نہیں ہٹا پائے تھے۔

''بھیا کیسی لگ رہی ہیں ہم تینوں؟'' وہ تینوں ان کے قریب آئیں تو مناب نے ڈاکٹر عمر سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یقین کرو تم تینوں بالکل بھی پہچانی نہیں جارہی ہو...... بلیومی......'' ڈاکٹر عمر نے ایک نظر ایشال پر ڈالتے

ہوئے مسکراتے ہوئے مناب کو جواب دیا اور ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئے۔

''عمر بھائی آپ کو تو لڑکیوں کی تعریف بھی ڈھنگ سے نہیں کرنی آتی۔ کیا کرے گی آپ کی بیوی بیچاری......؟'' عنایہ مسکراتے ہوئے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ مناب بھی اس کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی...... ڈاکٹر عمر بے ساختہ مسکرا دیے۔

''بھئی میں تو ایسا ہی ہوں...... میری بیوی کو مجھے ایسے ہی قبول کرنا پڑے گا۔'' ایشال ان کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی...... ڈاکٹر عمر نے گاڑی اسٹارٹ کی اور پارکنگ سے نکالنے لگے۔

''پھر تو بہت مشکل ہے شاید ہی کوئی لڑکی آپ سے شادی کرنے پر ہامی بھرے۔'' عنایہ نے انہیں چھیڑا۔

''یہ تو اور بھی اچھا ہے...... مجھے شادی جیسے جھنجٹ میں پڑنا ہی نہیں پڑے گا۔'' ڈاکٹر عمر مسکراتے ہوئے گاڑی مین روڈ پر لے آئے۔

''لو جی یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔'' مناب نے خفگی سے محاورہ بولا۔

''عمر بھائی آپ ہماری زیادہ سے زیادہ تعریف کیا کریں تاکہ آپ کو لڑکیوں کی تعریف کرنے کی عادت پڑے۔'' عنایہ نے انہیں مشورہ دیا۔

ڈاکٹر عمر نے گیئر چینج کرنے کے لیے اپنے دھیان میں ہاتھ بڑھایا تو ان کا ہاتھ ایشال کی چوڑیوں سے بھری کلائی سے مس ہوا...... ڈاکٹر عمر اور ایشال نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے دونوں نے ایک دوسرے سے نظریں چرائی تھیں۔

''بھئی مجھے کیا ضرورت ہے ایسے الٹے سیدھے کام کرنے کی۔''

''بھیا آپ بالکل بھی رومینٹک نہیں ہیں۔'' مناب نے مصنوعی خفگی دکھائی۔

''بھئی میں تو ولی اور زارون کے نقشِ قدم پر نہیں چل سکتا۔'' وہ مسکرائے۔

''آپ کی شادی ہم اتنی خوب صورت لڑکی سے کریں گے کہ آپ کو خود بخود زارون اور ولی بھائی کے نقشِ قدم پر چلنا پڑے گا۔'' عنایہ نے پیش گوئی کی...... ڈاکٹر عمر نے بے ساختہ گردن موڑ کر اپنے ساتھ خاموش بیٹھی اپنے ہاتھوں کو گود میں رکھی ایشال کو دیکھا۔

''آئی ایگری......'' مناب نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

جب وہ ہوٹل پہنچے تو ڈاکٹر عمر نے جلدی گاڑی سے نکل کر عنایہ کے لیے دروازہ کھولا دوسری طرف سے مناب نے بھی گاڑی سے نکل کر ادھر آ کر عنایہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور وہ اندر بڑھ گئی تھیں۔ جبکہ ایشال گاڑی سے نکل کر اپنا دوپٹا سنبھالتی گاڑی کا دروازہ بند کر کے آگے بڑھی مگر اگلے ہی لمحے لڑکھڑا کر رک گئی...... اس کے دوپٹے کا پلو گاڑی کے دروازے میں آ گیا تھا۔

ڈاکٹر عمر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور اس کے دوپٹے کا پلو نکالا...... ایشال نے اپنا دوپٹا کھینچ کر کندھے پر ڈالا اور آگے بڑھ گئی...... لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ سجائے وہ چند لمحے اسے جاتا دیکھتے رہے اور پھر خود بھی اس کے پیچھے چل دیے...... تمام مہمان ہال میں لگی ٹیبلو پر براجمان تھے۔ اقصم بھی زارون کو سیلون سے لے آیا تھا۔

مہندی کے فنکشن کے لیے تمام لڑکوں کے لیے اسکائی بلو کلر کے کُرتے وائٹ شلواریں اور ایک جیسے ہلکے ڈیزائن کیے گئے تھے۔

مناب نے ہاف سلیوز گہرے نیلے رنگ کی شرٹ کے ساتھ ریڈ چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا...... اور کندھوں پر پیلے رنگ کا دوپٹہ ڈال رکھا تھا...... سوٹ کے ساتھ ہم رنگ چوڑیاں...... کانوں میں چھوٹے، چھوٹے بندے اور

ماتھے پر بڑا سا کشمیری ٹیکا لگائے وہ ہمیشہ کی طرح اقصم کا دل بے ایمان کر رہی تھی اقصم کی گستاخ نگاہیں بار، بار اس کی طرف اٹھ رہی تھیں......اس کا ہنستا مسکراتا چاند سا چہرہ......اس کے دل کا سکون غارت کر رہا تھا۔

''کوئی فائدہ نہیں ہے تیری اس بزدل محبت کا جو تیرے دل میں چھپ کر روز اس کی ہمراہی کی خواہش کرتی ہے......اور تو اس خواہش کو حسرتوں کا ایک نیا راستہ دکھا کر لبوں پر چپ کا تالا لگا لیتا ہے۔'' جنید نے عقب سے آ کر اقصم کے کندھے پر بازو پھیلا کر اس کی نظروں کے تعاقب میں مناب کو دیکھا جو ایشال اور علینہ کے پاس کھڑی کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔

''محبت کی کہانی بڑی عجیب ہوتی ہے جنید......کبھی کبھی نہ اس کے آغاز کا پتا چلتا ہے اور نہ انجام کا......محبت کا بھوت جسے چمٹ جائے وہ اس کی خوشیوں، خواہشوں اور مسکراہٹوں کا گلا گھونٹ کر نکلتا ہے۔'' وہ حسرت سے کہہ رہا تھا۔

''جنید میرا دل کبھی، کبھی بہت دہائی دیتا ہے......بین کرتا ہے، جس دن مناب ولی کی دلہن بن کر اس کے گھر کو اپنی محبت سے آباد کرے گی......اس دن میری محبت پاگل ہو کر میری جان لے لے گی یار۔'' اقصم کے لہجے میں بے پناہ درد تھا۔

''بکواس نہ کر......اللہ نہ کرے تجھے کچھ ہو......بس ابھی سے اپنے دل کو سمجھانا شروع کر دے......وہ تیرے لیے بنی ہی نہیں تھی۔''

''یہ سوچتا ہوں تو دکھ اور بڑھ جاتا ہے......کاش میرا دل ایک کاغذ ہوتا جس پہ لکھا اس کا نام میں آسانی سے ربڑ کے ساتھ مٹا دیتا......مگر یہ دل کا معاملہ ہے جنید......دل پر لکھے نام اتنی آسانی سے نہیں مٹتے......'' اسی اثنا میں اقصم کے موبائل کی بیپ بجی۔

''جی زارون بھائی۔'' اقصم نے کال پک کی۔

''یار جنید اور تم کہاں ہو؟ اگر تم دونوں کو لڑکیاں تاڑنے سے فرصت مل جائے تو ڈریسنگ روم میں آؤ۔'' دوسری طرف سے زارون کی جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''کیا کہہ رہے تھے زارون بھائی؟'' جنید نے سوالیہ انداز میں اقصم کی جانب دیکھا۔

''بلا رہے ہیں ہم دونوں کو......'' اقصم نے موبائل اپنی پاکٹ میں ڈالا اور دونوں ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

پلان کے مطابق مناب، ایشال، علینہ اور عنایہ کی فرینڈ تازہ گیندے کے پھولوں کی بنی چادر کو چاروں کونوں سے پکڑے......اس چادر کے تلے زارون کو ہال میں لائیں......بہترین ساؤنڈ سسٹم پر فاسٹ میوزک کی بیٹ پر زارون لائٹ گرین کلر کے راسلک کرتے، وائٹ شلوار اور گلے میں اورنج پٹکا ڈالے ہال میں مسکراتے ہوئے ڈانس کرتا داخل ہوا تھا......پنڈال میں موجود سب لڑکے لڑکیوں نے تالیوں اور وسلنگ سے زارون کا استقبال کیا تھا۔

سمیرا بیگم نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما تھا اور زارون اسٹیج پر رکھے خوب صورت سے جھولے میں بیٹھ گیا......جسے گیندے کے پھولوں سے نہایت خوب صورتی سے سجایا گیا تھا......اب اسی جگہ سے اقصم، جنید، ڈاکٹر عمر......اور ارسل گیندے کے پھولوں سے بنی خوب صورت ڈولی اٹھائے ہال میں داخل ہوئے......ہال میں اب گانا ''تیری اور'' گونج رہا تھا۔ اسٹیج کے قریب ہی ڈولی نیچے رکھ دی گئی تھی......داؤد چوہدری نے آگے بڑھ کر عنایہ کو ڈولی سے نکالا اور وہ ان کے ساتھ اسٹیج تک آئی تھی۔ عنایہ نے ڈارک گرین اور اورنج کمبی نیشن کا خوب صورت انار کلی فراک اور چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا......ماتھے پر ٹیکے کی صورت، کانوں اور کلائیوں میں پھولوں کا زیور پہنے اس کا سادہ سا دلکش روپ زارون کے دل میں اتر گیا تھا......زارون نے آگے بڑھ کر

عنایہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے جھولے تک لے آیا...... دونوں اب مسکراتے ہوئے ہال میں موجود افراد کو دیکھ رہے تھے۔ فوٹو گرافرز اور مووی میکرز دھڑا دھڑ ان مناظر کو کیمرے کی آنکھ میں مقید کر رہے تھے...... زارون نے اپنے کُرتے کی پاکٹ سے اپنا قیمتی موبائل نکالا تھا...... عنایہ اور زارون نے ایک دوسرے کے قریب ہو کر موبائل پر اپنی (سیلفی) تصویر بنائی تھی...... اس کے بعد ایشال، مناب، علینہ اور دیگر لڑکیاں مہندی کے خوب صورت سجے ہوئے تھال جن پر چھوٹے، چھوٹے دیے روشن تھے اٹھا کر لائیں اور باقاعدہ مہندی کی رسم کا آغاز کیا گیا...... رسم کے دوران اسٹیج پر خوب ہنسی مذاق بھی کیا گیا تھا...... اس کے بعد روایتی کھانوں کا اہتمام تھا...... ڈنر کے بعد ڈانس پرفارمنس شروع ہونے والی تھی۔

''ایشو تمہیں یاد ہے ناں...... تم شرط ہار چکی ہو اور تمہیں کیا کرنا ہے؟'' ڈانسنگ فلور کی طرف جاتے ہوئے اقصم نے اسے یاد دلایا۔

''تم نے میرے ساتھ چیٹنگ کی تھی...... اس لیے میں اس شرط کو نہیں مانتی۔''

''اگر تم نے عمر بھائی کو آج ڈانس نہ کروایا تو...... تو تمہیں پلنٹی کے طور پر ہم سب کو ڈنر کروانا پڑے گا۔'' اقصم نے اپنا ٹیکا درست کرتے ہوئے دھمکی دی۔

''ڈونٹ وری...... تم سب کو ڈنر کروانا...... عمر بھائی کو ڈانس کروانے سے کہیں ایزی ہے...... کروادوں گی ڈنر میں۔'' اس کا انداز کچھ ایسی بیچارگی لیے تھا اقصم اور علینہ مسکرا دیے...... پنڈال میں بیٹھا ارسل مسلسل ایشال کو ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا...... اقصم، ایشال اور علینہ تینوں ڈانسنگ فور پر آئے تو ''کدی ساڈی گلی بھل کے وی آیا کرو......'' بج رہا تھا گانے پر ان تینوں کی پرفارمنس کیا شروع ہوئی...... اسٹیج کے اردگرد پنڈال سجائے نوجوان لڑکے لڑکیوں نے وسلنگ، ہوٹنگ اور تالیاں بجا کر ان کی پرفارمنس کو انجوائے کیا...... جنید اور ارسل بھی پنڈال سے نکل کر ڈانسنگ فلور کی طرف بڑھ گئے تھے۔

اسٹیج پر بیٹھے زارون اور عنایہ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے یہ سب ہنگامہ انجوائے کر رہے تھے۔

ایشال اور علینہ ڈانس کے دوران سامنے بیٹھے داؤد چوہدری اور سمیرا بیگم کا ہاتھ پکڑ کر ڈانسنگ فلور پر لے آئیں...... داؤد بھی سمیرا کا ہاتھ پکڑے بچوں کی خوشی کی خاطر ہلکا پھلکا ساتھ دے رہے تھے۔ ڈاکٹر عمر کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی...... ان کی نظریں ایشال پر مرکوز تھیں...... آج وہ بہت حسین لگ رہی تھی...... اور قدرے نروس انداز میں ڈانس کر رہی تھی اور یہ یقیناً ڈاکٹر عمر کی موجودگی کی وجہ سے ہی تھا۔ اقصم پرفارم کرتے، کرتے اچانک سامنے بیٹھی مناب کا ہاتھ پکڑ کر ڈانسنگ فلور پر لے گیا تھا۔

''چھوٹو...... یہ، یہ کیا کر رہے ہو......؟ تم جانتے ہو مجھے یہ ڈانس وانس بالکل بھی نہیں آتا۔'' بلند آواز اور فاسٹ میوزک میں مناب کی التجا سوائے اقصم کے اور کوئی نہیں سن سکا تھا۔

''ڈونٹ وری...... مجھے تو آتا ہے ناں...... میں آپ کو ڈانس اسٹیپس کرواتا ہوں۔'' اقصم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور میوزک بیٹ پر کپل ڈانس کے انداز میں گھمایا اور اپنی طرف کھینچ لیا۔

''چھوٹو...... یہ کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو میرا ہاتھ، میرا سر چکرا رہا ہے۔'' مناب نے گڑبڑا کر سرگوشی کی...... مگر اس نے مناب کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔

''ویسے آپ تو بہت بورنگ لڑکی ہیں۔'' اقصم اس کو زبردستی ڈانس کرواتے ہوئے بولا۔ دوسری طرف جنید نے بھی ہمت دکھاتے ہوئے ڈاکٹر عمر کو بازو سے پکڑ کر زبردستی ڈانسنگ فلور کی جانب دھکیل دیا تھا۔

ڈاکٹر عمر کُرتے شلوار میں ملبوس گلے میں پٹکا ڈالے مسکراتے ہوئے سب کے بیچ ہل، ہل کر کلیپنگ (تالیاں)

.....کرنے میں مصروف تھے......ڈاکٹر عمر نے ستائشی نگاہوں سے ایشال کو دیکھا۔ اس لمحے وہ بھی انہی کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں نے گڑبڑا کر نگاہیں چرا لی تھیں۔ سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے، ہال میں لگی ٹیبلز پر نور بیگم اور ساجدہ بیگم بھی دور بیٹھی ان سب کے ہلا گلا کرنے پر مسکرا رہی تھیں۔

ہال میں اب ایک بار پھر میوزک چینج کیا گیا تھا......اب زارون اور عنایہ کو پرفارم کرنا تھا۔

جینے لگا ہوں پہلے سے زیادہ......

پہلے سے زیادہ تم پر مرنے لگا ہوں......

زارون نے اسٹیج پر بیٹھی عنایہ کو محبت بھرے انداز میں گلاب کی ادھ کھلی کلی پیش کی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈانسنگ فلور پر لے آیا......رومینٹک سونگ پر رومینٹک پرفارمنس نے مہندی کی اس محفل کو چار چاند لگا دیے تھے۔

☆☆☆

اگلے دن صبح زارون اور عنایہ کو نکاح کے بندھن میں باندھ دیا گیا تھا۔ رخصتی رات کے فنکشن میں ہونا تھی......نور منزل میں تو جیسے خوشیاں ہی خوشیاں اتر آئی تھیں۔ سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ زارون کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ دوپہر کے بعد عنایہ پارلر چلی گئی تھی......ایشال، مناب، اور علینہ بھی اس کے ساتھ ہی گئی تھیں۔

رات کے فنکشن کے لیے ایشال نے خوب صورت ٹیل ڈریس اور چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا......اور بالوں کو خوب صورت جوڑے کی شکل میں جکڑ رکھا تھا......جبکہ مناب نے بلیک کلر کی شفون کی ساڑی پہن رکھی تھی اس کے سیاہ سلکی بال کھلے ہوئے تھے۔ نیچرل سے میک اپ میں......اس کا دبلا پتلا سڈول سراپا اور پھر بلیک ساڑی وہ بہت جچ رہی تھی۔ سب نے بے ساختہ ان دونوں کی تعریف کی تھی......مووی میکر نے عنایہ اور زارون کے بارے میں گھر کے تمام افراد کے تاثرات بھی ریکارڈ کیے تھے......زارون اور عنایہ سیلون گئے ہوئے تھے۔ گھر کے سب افراد اب فائیو اسٹار ہوٹل روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے مناب، گیسٹ روم (جو آج کل مناب اور ساجدہ بیگم کا مشترکہ روم تھا) سے نکل کر لاؤنج کی طرف آئی تو پپو کو کچھ ضروری ہدایات دیتی سمیرا بیگم نے اسے آواز دی۔

''مناب بیٹا جا کر ذرا اقصم کو دیکھو......لڑکیوں کی طرح نہ جانے کب سے اپنے کمرے میں گھسا تیار ہو رہا ہے۔ تمہارے ماموں نے کہہ دیا ہے کہ آدھے گھنٹے تک ہمیں ہر حال میں ہوٹل پہنچنا ہوگا۔'' سمیرا بیگم نے فکر مندی سے مناب کو بتایا۔

''جی ممانی میں جا کر دیکھتی ہوں اسے۔'' مناب ساڑی کا پلو سنبھالتی سیڑھیاں چڑھنے لگی......اوپر آ کر اس نے اقصم کے کمرے کا دروازہ ناک کیا۔

''یار جو بھی ہے آ جاؤ۔'' اندر سے جھنجلائی ہوئی آواز میں جواب دیا گیا۔

مناب دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

اقصم اپنی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا......مناب کو اپنے سامنے اپنے فیورٹ ڈریس میں دیکھ کر چند لمحے کے لیے وہ مبہوت ہوا......دل اسے اکثر دیکھ کر ایسی خواہش کرتا تھا جو پوری نہیں ہو سکتی تھیں......پاگل تھا ناں......کسی اور کا گھر روشن کرنے والی روشنی سے اپنے دل کے اندھیروں کو روشن کرنا چاہتا تھا۔

''چھوٹو......تم پچھلے ایک گھنٹے سے اپنے کمرے میں گھسے عورتوں کی طرح تیار ہو رہے ہو......فار گاڈ سیک اب نکل آؤ اپنے کمرے سے......ممانی تمہارا پوچھ رہی ہیں۔''

''آرہا ہوں یار...... وہ ایکچوئیلی میرے کف لنکس نہیں مل رہے ہیں، آپ پلیز مجھے ڈھونڈ دیں۔'' اقصم نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو بہانے سے روک لیا۔

''چھوٹو تم بھی ناں...... بہت بھلکڑ ہو...... تم جانتے ہو مجھے چیزیں ڈھونڈنے سے کتنی چڑ ہے۔'' مناب بیزاری سے آگے بڑھی اور اس کے روم کے ڈریسنگ ٹیبل کی درازوں میں کف لنکس ڈھونڈنے لگی اور اقصم فرصت سے اسے دیکھتے ہوئے اس کا سراپا اپنے بے چین دل میں اتارتا رہا۔

''چھوٹو یہاں تو کہیں نہیں مل رہے۔ تم کوئی اور کف لنکس لگالو......'' مناب ڈریسنگ ٹیبل کی آخری دراز چھان لینے کے بعد پلٹی۔

''یار میں نے وہ ڈائمنڈ کے کف لنکس آج کے فنکشن کے لیے آکسفورڈ اسٹریٹ سے خریدے تھے۔ اتنے فینسی......'' وہ بیچارگی سے بولا۔

''چھوٹو تم یاد کرو، تم نے رکھے کہاں تھے؟'' آخری دراز بھی دیکھ لینے کے بعد وہ اقصم کی جانب پلٹی اور اس نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

''مجھے اگر یاد ہوتا تو میں آپ کو لف لنکس ڈھونڈنے کے لیے کیوں کہتا۔'' بٹن بند کرنے کے بعد وہ بیڈ پر بیٹھ کر شوز پہنے لگا حالانکہ وہ جانتا تھا اس نے کف لنکس کہاں رکھے تھے۔ مناب اس کی الماری کی طرف بڑھی...... اب وہ الماری کی ایک، ایک دراز کھول کر دیکھ رہی تھی...... اقصم نے شوز پہننے کے بعد بیڈ پر رکھا بلیک کوٹ اٹھا کر پہنا اور ٹائی ہاتھ میں پکڑے...... اس کے پیچھے آکھڑا ہوا۔

''چھوٹو تم نے مجھے تھکا دیا ہے، میں ساری الماری دیکھ چکی ہوں...... اب یہ آخری دراز رہ گئی ہے اگر اس میں بھی نہ ملے تو کوئی اور کف لنکس لگا لینا۔'' جھنجلائی ہوئی مناب نے دراز کھولی تو سامنے اقصم کی چیزوں کے ساتھ ایک خوب صورت سی ڈبیا رکھی تھی۔

''یہ تو نہیں؟'' وہ ڈبیا پکڑے اقصم کی جانب پلٹی...... اقصم اس کے عقب میں ہی کھڑا تھا۔

''ارے یہی تو ہیں کف لنکس...... تھینکس اگین آپ نے ڈھونڈ دیے۔'' اقصم اپنی مسکراہٹ چھپائے اس کے ہاتھ سے ڈبیا لے کر کف لنکس لگاتے ہوئے بولا۔

''اوکے اب جلدی سے نیچے آجاؤ۔'' مناب دروازے کی جانب بڑھی۔ اپنے کمرے میں اس کی موجودگی اقصم کو بہت اچھی لگ رہی تھی اور اسی لیے وہ بہانے، بہانے سے اسے کمرے میں روک رہا تھا۔

''ارے رکیں تو......'' اقصم نے اسے آواز دی۔

''اب کیا مسئلہ ہے...... ؟ کوئی اور چیز تو نہیں ڈھونڈنی...... ؟'' مناب جھنجلائے انداز میں پلٹی۔

''میرا دل گم ہوگیا ہے وہ چرالیا ہے تم نے...... اسے واپس کردو مجھے'' اس کے دل سے اک ہوک سی اٹھی جو لبوں پر آکر ہمیشہ کی طرح دم توڑ گئی تھی۔

''بھیا نے مجھے کافی بنانے کو کہا تھا...... میں تمہیں بلانے یہاں آگئی...... اب بھیا مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔''

''ہاں تو آپ بنا دیجیے گا عمر بھائی کو کافی...... مجھ سے ٹائی کی ناٹ نہیں لگ رہی پلیز آپ لگا دیں...... ورنہ اس کوشش میں مزید آدھا گھنٹا ضائع ہوجائے گا میرا۔'' اقصم کے لہجے میں التجا تھی اس نے ٹائی مناب کی طرف بڑھائی۔

''چھوٹو تم تو اتنی اچھی ٹائی کی ناٹ لگا لیتے تھے؟ بھول گئے کیا؟ اس عشق نے تمہاری بالکل ہی مت مار کے رکھ دی ہے۔'' مناب نے حیرت اور مصنوعی خفگی سے اس کے ہاتھ سے ٹائی پکڑی۔

''عشق تو اچھے بھلے انسان کو اسٹوپڈ اور پاگل بنا دیتا ہے میں تو صرف ٹائی کی ناٹ لگانا بھولا ہوں۔'' اقصم نے اپنے مقابل کھڑی اس کے دل کے موسموں سے انجان مناب کو دیکھا۔ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ وہ اسے خود سے اور بھی قریب کرلے...... اسے دل کے نہاں خانوں میں کہیں چھپالے جہاں اس کے سوا کوئی مناب کو نہ دیکھ سکے...... لائٹ سی پنک لپ اسٹک اور اسموکی آئیز میک اپ نے اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں کو اور بھی خوب صورت بنا رکھا تھا وہ زیادہ میک اپ نہیں کیا کرتی تھی مگر آج کل اسے سجا سنورا دیکھ کر دل اور بھی بے ایمان ہو رہا تھا۔

''چھوٹو، کچھ زیادہ ہی لمبے ہو گئے ہو تم...... تھوڑا نیچے جھکو اور قریب آؤ ذرا...... مجھ سے ناٹ ٹھیک طرح سے نہیں لگ رہی......'' مناب اپنے ہی دھیان میں بولتی جھنجلائی تو اقصم اپنی مسکراہٹ چھپاتا مزید اس کے قریب آ گیا۔

''میرے بس میں ہو تو کبھی ایک منٹ کے لیے بھی تم سے دور نہ جاؤں۔'' مناب اس کی ٹائی کی ناٹ لگانے لگی۔

خدایا وصل کا سامان کر دے

اسے میرے لیے آسان کر دے

وہ سانس لیتی ہے کسی اور کا نام لے کر

اسے لکھ دے صرف میرے مقدر میں

اسے میرا، صرف میرا کر دے

اقصم کا دل چیخنے لگا...... گزرتے وقت سے التجائیں کرنے لگا...... کہ یہیں رک جائیں یہ پل...... تھم جائے یہ گزرتا ہوا وقت...... مگر وقت کب رکتا ہے...... کب کسی کی سنتا ہے...... دفعتاً عجلت میں جنید اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا مگر اندر کا منظر دیکھ کر حیرت سے دروازے میں ہی رک گیا تھا۔

''لو لگ گئی ہے ٹائی کی ناٹ۔'' مناب ٹائی کی ناٹ لگانے کے بعد پلٹی تو عقب میں جنید کو کھڑا پایا۔

"hi how are you?" جنید کھسیا کر مسکراتے ہوئے بولا تو مناب بھی دھیرے سے مسکرا دی۔

"I am fine" مناب ساڑی کا پلو سنبھالتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی اور جنید لبوں پر کمینی سی مسکراہٹ سجائے اقصم کی طرف بڑھا۔

''اوئے بڑا رومینٹک سین چل رہا تھا یہاں۔'' جنید نے اسے آنکھ مارتے ہوئے پوچھا۔

''ایویں ہر وقت بکواس نہ کیا کرو...... مجھے ٹائی کی ناٹ لگانی نہیں آ رہی تھی۔ اسی لیے میں نے مناب کو کہا اور وہ......'' اقصم نے مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

''میں تو تجھے بڑا سیدھا سادہ انسان سمجھتا تھا مگر قسم سے تو، تو اچھا خاصا خبیث انسان ہے...... یہ کیوں نہیں کہتا کہ جان بوجھ کر ٹائی لگوانے کے بہانے تو اس کی قربت حاصل کر رہا تھا۔'' جنید کے تفتیشی انداز پر اقصم نے قہقہہ لگایا۔

''عشق میں ایسے چھوٹے موٹے جھوٹ اور مکاریاں تو چلتی ہیں ناں یار......'' اقصم نے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے خود پر پرفیوم اسپرے کیا۔

''چل پھر لالے! ولی کی آنے سے پہلے مار لے ایسے چھوٹے موٹے جھوٹ اور کر لے ایسی مکاریاں...... یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔'' جنید نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر دھپ رسید کی اور اقصم کے ہاتھ سے پرفیوم پکڑ کر خود پر بھی اسپرے کیا۔

(جاری ہے)